موضوع الخطبة :   من مشكاة النبوة (1)

الخطيب   : حسام بن عبد العزيز/ حفظه الله

لغة الترجمة   : الأردو

المترجم   :سيف الرحمن التيمي(@Ghiras_4T)

موضوع:

مشعل نبوت(۱)

پہلا خطبہ:

الحمد لله شرع الشرائع وما جعل علينا في الدين من حرج، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، قامت على وحدانيته البراهين والحجج، وأشهد أن نبينا محمدًا عبد الله ورسوله المفدى بالقلوب والمهج، صلى الله وسلم وبارك عليه وعلى آله وأصحابه والتابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

حمد وثنا کے بعد!

میں آپ کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں' تاکہ ہمارے دلوں کا تزکیہ ہو' انہیں اطمینان حاصل ہو اور رحیم وکریم پروردگار کی اجازت سے دائمی نعمت سے سرفراز ہوسکیں اور دردناک عذاب سے نجات پاسکیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [التحريم: 6]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر' جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں' جنہیں جو حکم اللہ تعالی دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔

ایک نوجوان نے بیعت عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی' پھر ایمان کے نور سے منور دل اور روشن دماغ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے' رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑا' قرآن حفظ کیا' علم کی فقہ و فہم حاصل کی' اور دیکھتے دیکھتے امت میں حلال و حرام کا سب سے زیادہ جانکار ہو گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی محبت سے سرفراز ہوا کہ جس کی قسم خود رسول گرامی ﷺ نے کھائی' اور آپ کی ایسی نگرانی سے بہرہ ور ہوا جو قربت اور خصوصیت سے متصف تھی...وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی...آپ کے سامنے میں ان کا واقعہ پیش کرنے جا رہا ہوں...

وہ کہتے ہیں: "(میں سواری کے ایک جانور پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا' میرے اور آپ کے درمیان کجاوے کے پچھلے حصے کی لکڑی (جتنی جگہ) کے سوا کچھ نہ تھا' چنانچہ (اس موقع پر) آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں اللہ کے رسول! زہے نصیب۔(اس کے بعد) آپ ﷺ پھر گھڑی بھر چلتے رہے' اس کے بعد فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں' اللہ کے رسول! زہے نصیب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ عزوجل کا کیا حق ہے؟ کہا: میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ آگاہ ہیں۔ ارشاد فرمایا: بندوں پر اللہ عزوجل کا حق یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر کچھ دیر چلنے کے بعد فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں اللہ کے رسول! زہے نصیب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ جانتے ہو کہ جب بندے اللہ کا حق ادا کریں تو پھر اللہ پر ان کا حق کیا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ وہ انہیں عذاب نہ دے"۔

صحیحین کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " لوگوں کو اس کی بشارت نہ دو ورنہ (خالی) توکل کر کے بیٹھ رہیں گے"۔

معزز حضرات! آیئے ہم اس حدیث پر ذرا ٹھہر کر بات کریں:

پہلی بات: اللہ جل جلالہ کی توحید۔ توحید تمام تر عبادتوں کی بنیاد اور سب سے عظیم اطاعت ہے، اسی طرح اس میں شرک کی سنگینی کا بھی ذکر ہے خواہ شرک اصغر ہو یا اکبر: " بندوں پر اللہ عزوجل کا حق یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں"۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی امت کے تئیں جس چیز کا سب سے زیادہ خوف اور اندیشہ تھا وہ ہے شرکِ خفی، حدیث میں آیا ہے کہ: "مجھے تمہارے تئیں جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ ہے: شرکِ اصغر، آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ریا" (اس حدیث کو ابن باز نے صحیح کہا ہے اور البانی نے کہا کہ: اس کی سند جیّد ہے)۔

دوسری بات: بندوں پر اللہ کی رحمت اور ان کے تئیں اس کی نرمی و مہربانی۔ کیوں کہ وہ عظیم ترین عبادت جس کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کی جاسکتی ہے، وہ توفیق یافتہ بندہ کے لئے آسان ہے، اسے ہر انسان کر سکتا ہے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، مضبوط ہو یا تونگر، ضعیف ہو یا ناتواں، مالدار ہو یا فقیر و محتاج۔

تیسری بات: تعلیم دینے اور ذہن کو آمادہ کرنے کے لئے نبی ﷺ کی مہارت۔ معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی جانب سے خاص توجہ اور قربت حاصل ہوئی، وہ تنہا آپ کے ساتھ تھے، پھر بھی آپ ان کو ان کے اور ان کے والد کے نام کے ساتھ پکارتے، اور جب معاذ آپ کی آواز پر لبیک کہتے اور فرماتے: زہے نصیب۔ تو آپ خاموش ہو جاتے، ہمارا گمان یہی کہتا ہے کہ تین دفعہ ان کو ندا لگانے کے درمیان جب آپ نے خاموشی اختیار کی تو اس خاموشی کے لمحات میں معاذ کا ذہن ہر سو گھوم گیا ہو گا! کیوں کہ یہ ندا توجہ مبذول کرانے والی ندا تھی! اور خاموشی بھی توجہ طلب تھی! اگرچہ ذہن نہایت بیداری کی حالت میں تھا، پھر بھی آپ نے جو تعلیم دینی چاہی وہ سوال کی شکل میں ہی آئی: " کیا جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ عزوجل کا کیا حق ہے؟ کہا: میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ آگاہ ہیں۔ ارشاد فرمایا: بندوں پر اللہ عزوجل کا حق یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں"۔

چوتھی بات: معاذ رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سے کچھ ہی زائد تھی، اس کے باوجود بھی آپ ﷺ نے ان کو ایسے علم سے آگاہ کرنے کے لئے منتخب فرمایا جو صرف ان کے لئے خاص تھا، اور آپ نے ان کو یہ اجازت نہ دی کہ لوگوں

کواس کی خبر دیں' اس ڈر سے کہ کہیں وہ ان کی طرح اس بات کو نہیں سمجھ سکیں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طالب علم کو وہی علم سکھانا چاہئے جو اس کی قوت ادراک' فقہ وفہم اور حاجت وضرورت کے مطابق ہو۔

پانچویں بات: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تقوی وخشیت کہ انہوں نے اپنی موت کے وقت اس علم کی خبر دے دی اس ڈر سے کہیں کتمانِ علم کا گناہ ان کے سر نہ پر نہ آئے' راوی کہتے ہیں کہ: "پھر حضرت معاذ نے (اپنی وفات کے قریب' کتمان علم کے) گناہ سے بچنے کے لئے یہ حدیث لوگوں کو بیان کی"۔

اللہ تعالی معاذ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ سے راضی ہو جائے اور ان کے ساتھ ہم سے بھی ہو جائے' یقیناً اللہ تعالی نہایت سخی وفیاض اور کرم فرما ہے' اللہ سے آپ مغفرت طلب کریں' وہ بڑا بخشنے والا ہے' والحمدللہ...

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى.

حمد وصلاۃ کے بعد:

چھٹی بات: وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جن کو نبی ﷺ نے اس عظیم بشارت کی خبر دی تھی' وہ عبادت وریاضت کے حد درجہ اہتمام اور التزام میں مشہور تھے' ان کے تعلق سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی موت کے وقت کہا: "اے اللہ! میں تجھ سے ڈرتا تھا' لیکن آج تجھ سے امید کرتا ہوں' اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں دنیا اور اس کی لمبی زندگی کو اس لئے پسند نہیں کرتا تھا کہ نہریں جاری کروں اور درخت لگاؤں' بلکہ سخت چلچلاتی دوپہر میں پیاس کی شدت' (سخت جان) اوقات میں جدوجہد اور ذکر کے حلقات میں علماء کی ہم نشینی کی وجہ سے (مجھے یہ دنیا اور اس کی زندگی محبوب تھی)"۔

اس لئے وہ نبوی بشارت جس سے آپ ﷺ نے صرف معاذ رضی اللہ عنہ کو ہی باخبر کیا' اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ اس پر بھروسہ کرکے بیٹھ گئے' عمل کرنا چھوڑ دیا اور معاصی کا ارتکاب کرنے لگے' بلکہ اس بشارت سے آپ نے وہ فقہ وفہم حاصل کی جس نے آپ کے اندر مزید عبادت' اطاعت گزاری' لمبی شب بیداری اور سخت گرمی کے دنوں میں روزہ رکھنے کی لذت (سے شادکام ہونے کا) جذبہ پیدا کردیا۔

ساتویں بات: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب اپنی زندگی کی آخری سانس لے رہے تھے' اس وقت بھی آپ نے اپنی وہ ذمہ داری فراموش نہیں کی جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے لی تھی' وہ دعوت و تعلیم کی ذمہ داری ہے! شاید آپ کو یاد ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس مشن کے لئے خود منتخب فرمایا تھا جب آپ نے ان کو اہل یمن کی طرف داعی بنا کر بھیجا تھا: "تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے' اس لئے تم انہیں سب سے پہلے اس شہادت کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں..." الحدیث (مسلم)

آخری بات: ہمارے نبی ﷺ ایک گدھے پر سوار ہیں' اور اسی پر آپ نے ایک انصاری صحابی کو بھی سوار کر رکھا ہے' جو کہ تواضع کا عظیم منظر پیش کرتا ہے' یقیناً آپ اللہ کے رسول ﷺ تھے جن کو اللہ نے بندہ کی شکل میں نبی کے طور پر منتخب فرمایا' نہ کہ بادشاہ بنا کر نبی بنایا...

صلّی علیك الله یا رمز الهدی *** ما لحظة مرّت مدی الأیام

اے ہدایت کے علمبردار! اللہ تعالی آپ پر اس وقت تک درود و سلام نازل کرتا رہے جب تک کہ یہ دنیا قائم و دائم ہے۔

از قلم:

فضیلۃ الشیخ حسام بن عبد العزیز الجبرین

مترجم:

سیف الرحمن تیمی

binhifzurrahman@gmail.com

موضوع الخطبة: فيك جاهلية!

الخطيب : حسام بن عبد العزيز/ حفظه الله

لغة الترجمة : الأردو

المترجم :سيف الرحمن التيمي(@Ghiras_4T)

موضوع:

تمہارے اندر جاہلیت کی خُو پائی جاتی ہے!

پہلا خطبہ:

الحمدُ لله عدد ما خلق، والحمدُ لله ملء ما خلق، الحمد لله البصيرِ التواب، الفتّاحِ الوهّاب، وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له السميعُ الخبير، المتينُ القدير، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله وصفيّه وخليله صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه عدد قطر الندى وما تعاقب الإصباح والمساء.

حمد وثنا کے بعد!

میں آپ کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں‘زندگی کی یہ فرصت‘ تقوی کو بروئے عمل لانے اور نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے کا وقت ہے‘ ہماری زندگی گھڑیوں اور لمحات کا ہی مجموعہ ہے:

﴿ فَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴾ [الأنبياء: 94]

ترجمہ: پھر جو بھی نیک عمل کرے اور وہ مومن (بھی) ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں کی جائے گی۔ ہم تو اس کے لکھنے والے ہیں۔

رحمن کے بندو! مشعل نبوت سے روشنی حاصل کرنا کتنا دلکش عمل ہے! اور اس کے چشمہ صافی سے سیراب ہونا کتنا دلرُبا کام ہے.!

آج ہماری گفتگو کا موضوع نبی ﷺ کا وہ واقعہ ہے جو اسلام کی طرف سبقت لے جانے والے ایک شخص کے ساتھ پیش آیا' وہ خود اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:"میں اسلام کی ایک چوتھائی تھا' مجھ سے پہلے تین لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے' میں مشرف بہ اسلام ہونے والا چوتھا آدمی تھا' میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: السلام علیک اے اللہ کے رسول! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں' یہ سنتے ہی میں نے آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار جھلکتے دیکھا' آپ نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں جندب' قبیلہ بنی غفار سے ہوں" ۔(اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے)۔اس سبقت کی فضیلت بھی ان کو حاصل رہی' جب نبی ﷺ نے ہجرت کی تو جب (مجلس میں) ابوذر کو موجود پاتے تو ان سے ہی گفتگو کا آغاز کرتے اور جب وہ سفر پر ہوتے تو ان کی خبر گیری کرتے' لیکن اس مقام و مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا جس نے ان کو بہت متاثر کیا' آیئے ہم اس واقعہ پر غور و فکر کریں' مسلم نے اپنی صحیح میں معرور بن سوید سے روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں: "ہم رَبذَہ (کے مقام) میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ہاں سے گزرے' ان (کے جسم) پر ایک چادر تھی اور ان کے غلام (کے جسم) پر بھی ویسی ہی چادر تھی۔ تو ہم نے کہا: ابوذر! اگر آپ ان دونوں (چادروں) کو اکھٹا کر لیتے تو یہ ایک حُلّہ (مکمل لباس) بن جاتا۔ انہوں نے کہا: میرے اور میرے کسی (مسلمان) بھائی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی' اس کی ماں عجمی تھی' میں نے اسے اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی تو اس نے نبی ﷺ کے پاس میری شکایت کر دی' میں نبی ﷺ سے ملا تو آپ نے فرمایا: "ابوذر! تم ایسے آدمی ہو کہ تم میں جاہلیت (کی عادت) موجود ہے"۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! جو دوسروں کو برا بھلا کہتا ہے وہ اس کے ماں اور باپ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "ابوذر! تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت ہے' وہ (چاہے کنیز زادے ہوں یا غلام زادے) تمہاری بھائی ہیں۔ اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے' تم انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور ان پر ایسے کام کی ذمہ داری نہ ڈالو جو ان کے بس سے باہر ہو' اگر ان پر (مشکل کام کی) ذمہ داری ڈالو تو ان کی اعانت کرو"۔

بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "تونے فلاں شخص کو گالی دی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تونے اس کی ماں کو بھی مطعون کہا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر ابھی جاہلیت کی خو باقی ہے۔ میں نے عرض کی: اس وقت بھی جبکہ میں بڑھاپے میں پہنچ چکا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یادرکھو! یہ غلام بھی تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالی نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے، لہذا جس شخص کے بھائی کو اللہ تعالی نے اس کے زیر دست کر دیا ہو، اسے وہی کچھ کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اسے کسی ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اس پر گراں بار ہو۔ اگر ایسا کام اسے کہے جو اس کے بس میں نہ ہو تو وہ کام نمٹانے میں اس کا تعاون کرے"۔

میرے احباب! آیئے ہم اس حدیث سے کچھ دروس اور نصیحتیں حاصل کرتے ہیں:

پہلا درس: یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام نبی ﷺ سے قریب تھے، چنانچہ یہ شخص جسے اس کی ماں کے حوالے سے عار دلایا گیا تھا اور یہ کہہ کر مخاطب کیا گیا: "اے کالی عورت کے بیٹے"، اس نے نبی ﷺ کی ذات کو اپنا قریبی پناہ گاہ پایا جہاں وہ اس شخص کی شکایت کر سکے جس نے اسے عار دلائی، نبی ﷺ نے ان کی شکایت کو سنجیدگی سے لیا اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی سخت سرزنش فرمائی۔

اس شخص کا غلام ہونا اور اس کے رنگ کا مختلف ہونا اس کے لئے نبی ﷺ تک پہنچنے اور اپنی شکایت پیش کرنے میں رکاوٹ نہ تھا، کیوں کہ نبی ﷺ تمام لوگوں کو قریب رکھتے تھے۔

ایک غور طلب بات یہ بھی ہے کہ: ہم دیکھتے ہیں کہ تعصب پر مبنی نعرے کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی قوت (اس واقعہ میں زور و شور سے ظاہر ہو رہی ہے)، جس کے باقی ماندہ اثرات اب بھی بعض دلوں میں پیوست تھے، جو کہ جاہلیت کی خو ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے ابوذر سے فرمایا: تونے اس کی ماں کو بھی مطعون کہا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر ابھی جاہلیت کی خو باقی ہے"۔ ابوذر نے کہا:: اس وقت بھی جبکہ میں بڑھاپے میں پہنچ چکا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں"۔

دوسرا فائدہ: جس وقت نبی ﷺ جاہلیت کے نعروں کا قلع قمع کر رہے تھے' حسب ونسب اور رنگ ونسل پر فخر ومباہات کرنے کی جڑیں اکھاڑ رہے تھے' اسی وقت مسلمانوں کے درمیان دخوت وہمدردی کی مضبوط عمارت بھی تعمیر کر رہے تھے' اور یہ آپ ﷺ کی اس حدیث سے نمایاں ہے کہ: "وہ (چاہے کنیز زادے ہوں یا غلام یا غلام زادے) تمہاری بھائی ہیں۔ اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے' تم انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور ان پر ایسے کام کی ذمہ داری نہ ڈالو جو ان کے بس سے باہر ہو' اگر ان پر (مشکل کام کی) ذمہ داری ڈالو تو ان کی اعانت کرو"۔ یہ پانچ امور ہیں جن سے اخوت وہمدردی کا حق ادا ہوتا ہے' انہیں بھائی سے موسوم کیا' خواہ وہ خادم اور غلام ہی کیوں نہ ہوں' نیز یہ رہنمائی فرمائی کہ انہیں وہی کھلائے جو وہ خود کھاتے ہیں اور وہی پہنائے جو خود پہنتے ہیں' نیز انہیں ان کی طاقت سے زیادہ کام کا بوجھ دینے سے منع فرمایا اور اگر ایسے کسی کام کی ذمہ داری دے بھی تو اس سے نمٹنے میں ان کی مدد کرے۔

اللہ مجھے اور آپ سب کو کتاب وسنت سے فائدہ پہنچائے' اور ان میں علم وحکمت کی جو بات ہے' اسے بھی ہمارے لئے نفع بخش بنائے' اللہ سے مغفرت طلب کریں' یقیناوہ خوب معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى.

حمد وصلاۃ کے بعد:

اس واقعہ سے جو دروس حاصل ہوتے ہیں' ان میں یہ بھی ہے کہ: نبی ﷺ کی تربیت دلوں میں خود داری' عزت نفس' حقوق شناسی اور ذمہ داریوں سے آشنائی پیدا کرتی ہے' "تو نے فلاں شخص کو گالی دی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں"' ابوذر کو اس اعتراف کا احساس تھا' چنانچہ انہوں نے جب واقعہ بیان کیا تو کہا: "میرے اور میرے کسی (مسلمان) بھائی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی"۔ معلوم ہوا کہ خود احتسابی دوطرفہ تھی۔

یہ بھی معلوم رہے کہ جب نبی ﷺ نے پورے شد ومد سے نسلی تعصب کی تمام اقسام کو آج سے چودہ سو سال پہلے بے معنی قرار دیا تو اس وقت کسی عالمی رائے اور فکر کا وجود نہ تھا' نہ ہی انسانی حقوق کی تنظیمیں موجود

تھیں، بلکہ عالمی معاشرہ اپنی حقیقی زندگی میں مختلف قسم کے نسلی تعصب سے دوچار تھا، اور عالمی تہذیب چودہ صدی بعد اس نبوی ہدایت سے شادکام ہوئی۔

آخری بات یہ کہ: نبی ﷺ کی بات سے ابوذر رضی اللہ عنہ بہت متاثر ہوئے اور وہ نبی ﷺ کے حکم پر پوری قوت کے ساتھ کاربند رہے، چنانچہ وہ آخری زندگی تک مقام ربذہ میں سکونت پزیر رہے اور وہیں ان کی وفات ہوئی، اس کے باوجود بھی وہ فرمانبرداری کے اعلی ترین مقام پر فائز رہے، چنانچہ جب انہوں نے واقعہ بیان کیا تو کہا: "میرے اور میرے کسی (مسلمان) بھائی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی" نیز انہوں نے حُلّہ (لباس) کو اپنے اور اپنے غلام کے درمیان تقسیم کرلیا اور صرف (زبانی) تسلی پر اکتفا نہیں کیا۔

نبی ﷺ کے حکم اور ہدایت کو حاصل کرنے میں صحابہ کرام اسی اخلاق کا مظاہرہ کرتے تھے، پھر وہ آپ کے حکم کی بجا آوری کرتے، جس کے نتیجے میں آپ کے احکام واوامر ان کے اخلاق اور سلوک میں پوری قوت وگہرائی کے ساتھ رچ بس جاتے اور ان کے دلوں میں تادم حیات پیوست رہتے!

اللہ تعالی ان تمام صحابہ کرام سے راضی ہو اور ان کے ساتھ ہم سے بھی خوش ہو...

درود وسلام بھیجیں....

صلی اللہ علیہ وسلم

از قلم:

فضیلۃ الشیخ حسام بن عبد العزیز الجبرین

مترجم:

سیف الرحمن تیمی

binhifzurrahman@gmail.com

موضوع الخطبة : ذو القعيصتين

الخطيب: حسام بن عبد العزيز/ حفظه الله

لغة الترجمة : الأردو

المترجم :سيف الرحمن التيمي(@Ghiras_4T)

موضوع:

دو چوٹیوں والے (ضمام بن ثعلبہ)

پہلا خطبہ:

الحمد للهِ العلاّمِ الحكيم، الواسعِ العظيم، المحيطِ العليم، وأشهدُ ألا إله إلا اللهُ المولى الحميد، الطيّبُ المجيد، الخبيرُ الشهيد وأشهد أن محمدا عبده ورسوله وصفيّه وخليله، بلغ الرسالة، وأدى الأمانة ونصح الأمة وجاهد في الله حقّ جهادِهِ صلّى الله علَيه وعلى آله وصحبه وسلم تسليمًا كثيرًا.

حمد وثنا کے بعد!

میں آپ کو اور اپنے آپ کو سب سے عظیم اور مفید ترین، سب سے سود مند اور جامع ترین وصیت کی تلقین کرتا ہوں، جس کی وصیت اللہ نے ہمیں اور تمام سابقہ امتوں کو کی:

﴿ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُواْ اللهَ ﴾ [النساء: 131]

ترجمہ: واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

رحمتِ الٰہی کے بعد تقوی ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعہ جنت کی نعمت اور اس کے بلند وبالا درجات حاصل کئے جاسکتے ہیں:

﴿ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيّاً ﴾ [مريم: 63]

ترجمہ: یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں۔

اے ایمانی بھائیو! آپ کے سامنے نبی ﷺ کا یہ منظر پیش خدمت ہے..

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ایک بار ہم مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا (بھائیو) تم لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں جو تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ سے مخاطب ہوا کہ اے عبد المطلب کے فرزند! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔ وہ بولا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے بھی پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں جو تمہارا دل چاہے پوچھو۔ تب اس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب تبارک وتعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا آپ کو اللہ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یا میرے اللہ! پھر اس نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یا میرے اللہ! پھر کہنے لگا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال بھر میں ہم اس مہینہ رمضان کے روزے رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یا میرے اللہ! پھر کہنے لگا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں بانٹ دیا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یا میرے اللہ! تب وہ شخص کہنے لگا: جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے ہیں بھیجا ہوا (نمائندہ اور سفیر) ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے، میں بنی سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ: نبی ﷺ جب اپنی بات سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں، میں تمام فرائض ادا کروں گا اور آپ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے، ان سے بچتا رہوں گا، اس سے نہ زائد عمل کروں گا اور نہ ان میں کوئی کمی کروں گا، راوی کہتے ہیں: پھر وہ شخص اپنی اونٹنی کی طرف لوٹ گیا، جب وہ لوٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو چوٹیوں والا یہ شخص (اپنی بات کو) اگر سچ

کر دکھائے تو وہ جنت میں داخل ہو گا، پھر اس نے اونٹنی کی رسی کھولی اور اپنی قوم کے پاس چلا گیا، اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس جمع ہوئے، اس نے سب سے پہلے جو بات کہی وہ یہ تھی کہ: لات وعزی غارت ہوں، لوگوں نے کہا: چپ کروائے ضمام! تم برص، کوڑھ اور جنون سے بچو، اس نے کہا: تمہاری بربادی ہو، یقیناً وہ دونوں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع، اللہ عزیز وبرتر نے ایک رسول بھیجا ہے، اس پر ایک کتاب نازل کی ہے جس کے ذریعہ سے وہ تمہیں اس شرک وبت پرستی سے نکالنا چاہتا ہے جس میں تم غرق ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندہ اور رسول ہیں، میں ان کے پاس سے ان کے اوامر ونواہی لے کر آیا ہوں، راوی کہتے ہیں: اس دن کی شام ہوتے ہوتے اس بستی کے سارے مرد وزن مسلمان ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے: ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے کسی قوم کے ایسے نمائندہ کے بارے میں نہیں سنا جو ضمام بن ثعلبہ سے زیادہ افضل ثابت ہوا ہو۔

اللہ اکبر... ایمان جب دل میں جاگزیں ہو جائے تو اس کا مقام کتنا عظیم ہوتا ہے!

میرے احباب! آیئے ہم ٹھہر کر اس قصہ پر ذرا غور وفکر کرتے ہیں:

- اس قصہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی باہمی زندگی میں مکمل امتزاج اور ہم آہنگی پائی جاتی تھی، بایں طور کہ ان کے پاس جو اجنبی شخص جاتا وہ صحابہ کرام کے درمیان نبی کو نہیں پہچان پاتا! "تم میں سے محمد کون ہیں؟" دوسری روایت میں ہے: "تم میں سے عبد المطلب کا فرزند کون ہے؟"، نہ آپ ﷺ شہرت کا لباس پہنتے اور نہ آپ کی حالت وکیفیت میں (دوسروں سے) کوئی امتیاز ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو آپ کے اردگرد کھڑے رہنے سے منع فرمایا، جیسے عجمی لوگ (اپنے آقا کے) اردگرد کھڑے ہوا کرتے تھے، تاکہ آپ تکبر اور تعلی کرنے والوں کی حالت سے دور رہیں، صحابہ کرام کے ساتھ اسی قربت، امتزاج اور ہم آہنگی کے ذریعہ آپ نے ان کے تصور وتخیل اور اخلاق واطوار کو درست کیا اور آپ کی محبت ان کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو گئی۔
- دوسری اہم بات نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ: "جو تمہارا دل چاہے پوچھو"، حق کے متلاشیوں اور ہدایت کے طلب گاروں کے لئے آپ کا یہ قول توجہ طلب ہے، یعنی ان کے لئے سوال کرنے کی ممانعت نہیں ہے، کیوں کہ جس دین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس کو ذکر کرنے یا جس کے تعلق سے سوال کرنے سے شرم محسوس کی جائے۔

- ایک اہم درس یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ نبی ﷺ حسن اخلاق سے آراستہ تھے، ضمام بن ثعلبہ کی گفتگو میں شدت تھی، انہوں نے کہا: "میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے بھی پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانئے گا"، معلوم رہے کہ یہ سوال انہوں نے فتح مکہ کے بعد کیا تھا جب کہ لوگ دینِ الٰہی میں جوق در جوق داخل ہونے لگے تھے، اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کے اسلوبِ تخاطب اور طبیعت (کی شدت کو) برداشت کیا۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ سب کو کتاب و سنت سے فائدہ پہنچائے، ان میں جو ہدایت اور حکمت کی بات ہے، اسے ہمارے لئے مفید بنائے، آپ اللہ سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوف معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى.

حمد وصلاۃ کے بعد:

- مذکورہ قصہ سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ: ضمام بن ثعلبہ نے دین کی صحیح تعلیم اور عقیدہ کی توثیق کو بہت اہمیت دی، اسی لئے انہوں نے سفر کیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے جو باتیں انہیں پہنچی تھیں ان کی تحقیق کر سکیں اور اپنے سابقہ دین کے تعلق سے حتمی فیصلہ لے سکیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول کی صداقت ظاہر ہونے کے بعد وہ اس کی دین کی ذمہ داری اپنے کندھے پر اٹھانے کے لئے کتنی سنجیدگی سے تیار تھے، اور یہ صداقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد ظاہر ہو گئی۔
- ایک غور طلب امر یہ بھی ہے کہ: یہ ایمان جب دل میں جاگزیں ہو جائے تو بڑے تعجب خیز نتائج سامنے آتے ہیں، ضمام بن ثعلبہ اس حال میں اپنی قوم کی طرف لوٹتے ہیں کہ ان کے دل سے لات وعزی نکل چکے ہوتے ہیں، بلکہ وہ انہیں سب وشتم کر رہے ہوتے ہیں! جس کی وجہ سے ان کی مشرک قوم کو خوف لاحق ہوتا ہے کہ کہیں انہیں برص اور کوڑھ کی بیماری نہ ہو جائے، لیکن ایمان اور توحید کی کرن جب روشن ہوتی ہے تو ہر قسم کی خرافات اور تقلید کو پسپا کر دیتی ہے: "تمہاری بربادی ہو، یقینا ان دونوں (باطل معبودوں کو) نہ نقصان پہنچانے کی قدرت ہے اور نہ فائدہ"۔

ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ: ہمیں دین کی تبلیغ واشاعت کی اہمیت محسوس کرنی چاہئے، ضمام بن ثعلبہ کو دیکھیں وہ اپنے ایمان کا سرعام اعلان کر رہے ہیں اور کہتے ہیں: "میں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے ہیں بھیجا ہوا (نمائندہ اور سفیر) ہوں" ابن عباس فرماتے ہیں: "میں نے کسی قوم کے ایسے نمائندہ کے بارے میں نہیں سنا جو ضمام بن ثعلبہ سے زیادہ افضل ثابت ہوا ہو"۔

- اے اللہ! تو ضمام بن ثعلبہ، تمام صحابہ کرام، تابعین عظام سے راضی ہو جا اور اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے ہمیں بھی ان کے ساتھ اپنی رضا وخوشنودی سے نواز۔

قلم:

فضیلۃ الشیخ حسام بن عبد العزیز الجبرین

مترجم:

سیف الرحمن تیمی

binhifzurrahman@gmail.com

موضوع الخطبة : من مشكاة النبوة (4) في مهنة أهله

الخطيب : فضيلة الشيخ حسام بن عبد العزيز الجبرين/ حفظه الله

لغة الترجمة : الأردو

المترجم :سيف الرحمن التيمي(@Ghiras_4T)

موضوع:

اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہتے

پہلا خطبہ:

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴾ [سورة سبأ: 1] ربنا لك الحمدُ ملءَ السماواتِ والأرضِ وملءَ ما شِئتَ من شيءٍ بعدُ، وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبد الله و رسوله من اتبعه واقتدى به تطهّر قلبه و جَمُل لفظه، وسمتْ نفسه صلى الله وسلم عليه وعلى آله وأصحابه والتابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

حمد وثنا کے بعد!

میں اپنے آپ کو اور آپ کو اللہ کا تقوی اور نیک اعمال کا توشہ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

﴿ فَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴾ [الأنبياء:94]

ترجمہ: جو بھی نیک عمل کرے اور وہ مومن (بھی) ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں کی جائے گی۔ ہم تو اس کے لکھنے والے ہیں۔

رحمن کے بندو! آیئے ہم خانہ نبوی کا جائزہ لیتے ہیں، وہ گھر جس سے اللہ نے ہر قسم کی غلاظت کو دور کر دیا اور اسے پورے طور پر صاف کر دیا، آیئے ہم اس گھر میں اس روشن دان سے جھانکتے ہیں جسے ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنہ نے کھولا تھا، جب بعض تابعین نے آپ سے اس عظیم شخصیت کے بارے میں دریافت کیا جن کے

کندھوں پر امت کا بوجھ تھا کہ وہ جب گھر میں داخل ہوتے اور دروازہ بند کرلیتے تو ان کی کیفیت کیا ہوا کرتی تھی؟!

بخاری نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے الاسود کی روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے عائشہ سے نبی ﷺ کی گھریلو مصروفیات کے تعلق سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہتے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا: رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کام کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ انسانوں میں سے ایک انسان تھے، جوؤں کے خیال سے اپنے کپڑے خود ٹٹول لیا کرتے تھے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، اور اپنی خدمت کے کام خود کرلیا کرتے تھے۔ (اسے البانی نے صحیح کہا ہے) (صحیح ابن حبان میں یہ الفاظ آئے ہیں: "اپنی جوتی خود ٹانک لیتے، کپڑا بھی خود ہی سی لیتے اور برتن بھی خود ہی سدھار لیتے"۔

میرے عزیزو! آیئے ہم ٹھہر کر چند نکات پر غور وفکر کریں:

پہلا نکتہ: "آپ انسانوں میں سے ایک انسان تھے" چنانچہ آپ گھر میں لیڈر اور رہبر کی حیثیت سے نہیں بلکہ شوہر کی حیثیت سے داخل ہوتے، تاکہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ پر سکون ازدواجی زندگی گزاریں، خاندانی زندگی کی سادگی اور بے تکلفی کا لطف اٹھائیں۔

دوسرا نکتہ: فرماتی ہیں: " آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہتے" یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، کیا اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو کام کی کثرت اور مشقت کا شکوہ تھا کہ نبی ﷺ ان کی مدد اور خدمت کریں؟ کیا ان کے کمرے کی دیواریں قریب قریب نہ تھیں، اس کی وسعت بہت معمولی نہ تھی، بایں طور کہ اس کی لمبائی دس ہاتھ اور چوڑائی سات ہاتھ سے زائد نہ تھی؟! جس کی پیمائش آج کے حساب سے تقریبا پانچ میٹر (لمبائی) اور ساڑھے تین میٹر (چوڑائی) بنتی ہے! جو کہ آج ہمارے گھروں کے صرف ایک کمرہ کے برابر ہے! اللہ المستعان۔

کیا انہوں نے نہیں بتایا کہ تین ماہ گزر جاتے تھے لیکن گھر کا چولہا نہ جلتا کہ کھانا بنایا جائے! دو ماہ اور بسا اوقات اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر جاتا! لیکن کھانا نہیں بنتا، بلکہ صرف کھجور اور پانی پر ان کا گزر بسر ہوتا تھا!

نیز وہ ایک نوجوان لڑکی تھی جس کے پاس بال بچوں کی مصروفیات بھی نہ تھیں! تو بھلا کوئی ایسا کام رہا ہوگا جو محنت ولگن کا متقاضی ہو؟! چہ جائیکہ ایسا کام ہو جس کو انجام دینے کے لئے تعاون کی ضرورت درکار ہو؟!

یقین جانیں (اس سے مراد) ایک عمیق ترین معنی کو بروئے عمل لانے میں تعاون کرنا ہے، جو کہ باہمی ہمدردی اور ازدواجی زندگی میں آپسی مشارکت کا اظہار ہے، اور بیوی سے سکون حاصل کرنے کے مختلف معانی میں سے ایک اہم معنی کو بروئے عمل لانے کا مظاہرہ ہے: ﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا ﴾ [الروم: 21]

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ۔

اللہ پاک نے یہ نہیں کہا کہ: تاکہ تم ان کے ساتھ سکونت اختیار کرو۔

تیسرا نکتہ: ہم اس روشن دان سے نبی ﷺ کے اس گھر کا نظارہ کرتے ہیں جو رقبہ میں بہت چھوٹا تھا، جس کے سازو سامان بڑے معمولی تھے، لیکن اس کے مکینوں کو بڑی وسعت قلبی، انشراح صدر، آپسی محبت ومودت اور باہمی تعاون حاصل تھا، جس سے سعادت وخوش بختی، فرحت ومسرت اور پاکیزہ زندگی کا چشمہ پھوٹتا تھا۔

سیرت نبویہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول آیا ہے کہ: "آپ ﷺ تمہارے ہی طرح ایک مرد تھے، لیکن آپ بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے"۔ ترش رو اور بد مزاج نہ تھے، بلکہ روحانی حسن وجمال اور تبسم کی انسیت سے آپ کا گھر معمور تھا۔

چوتھا نکتہ: (بیوی کا) ساتھ دینے کے لئے شوہر کی پہل اور اس کی خوش کن پیش قدمی بیوی کے دل اور اس کے احساس وشعور میں بڑا مقام ومرتبہ بناتی ہے، اس کی موجودگی کو فرحت بخش اور اس کی غیر موجودگی کو محرومی اور وحشت بنا دیتی ہے۔

میرے عزیزو! جو شخص ازدواجی زندگی میں برودت اور خشکی محسوس کرتا ہو، اس کو چاہئے کہ اس نبوی درس سے فائدہ حاصل کرے تاکہ بیوی کا ساتھ دینے اور تبسم ریز چہرہ کے ساتھ اس کا سامنا کرنے جیسے سحر انگیز برتاؤ سے اس کی زندگی میں گرم جوشی کی لہر دوڑ جائے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو کتاب و سنت سے فائدہ پہنچائے، ان میں جو آیتیں اور حکمت کی باتیں ہیں، انہیں ہمارے لئے مفید بنائے، آپ اللہ سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله القائل ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً ﴾ [الأحزاب: 33] وصلى الله وسلم على الرحمة المهداة والنعمة المسداة محمد بن عبد الله وعلى آله وصحبه.

حمد وصلاۃ کے بعد:

نبوی زندگی کا یہ توازن ہمیں کس قدر حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے سامنے کثرت سے مسکراتے، اور اپنے گھر میں ہنس مکھ اور تبسم ریز چہرہ کے ساتھ رہتے، لوگوں کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے میں چلتی ہوا کی طرح تھے، اپنے گھر میں اہل خانہ کے کام میں مصروف رہتے، آپ لوگوں کے لئے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر تھے۔

یہ توازن ایسے لوگوں کے اندر مفقود ہے جو لوگوں کے ساتھ اپنے برتاؤ میں نرم رویہ اختیار کرتے ہیں، لیکن اپنے اہل خانہ کے ساتھ ترش روی اور تنگ دلی سے پیش آتے ہیں، اللہ کا درود وسلام نازل ہو اس نبی پر جن کا حسنِ اخلاق تمام لوگوں کے لئے عام تھا، اور لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے اہل خانہ ان کے حسنِ اخلاق سے فیض اٹھاتے تھے۔

معزز حضرات! یہ نبوی درس ہر اس شخص کے لئے ایک کھلا پیغام ہے جو قوّامیت (سرداری) کا غلط مفہوم سمجھتے ہیں، خشک برتری حاصل کرنے اور بے جا تسلط کے مظاہر پھیلانے کے لئے اس کا غلط استعمال کرتے ہیں، بایں طور کہ جب ان کو دیکھیں غصہ میں نظر آتے ہیں اور جب بھی سنیں تو حکم دے رہے ہوتے ہیں یا خبر دار کر رہے ہوتے ہیں۔

آخری بات: اللہ تعالی اماعائشہ سے راضی ہو جن کے تعلق سے حکمت الہی کا تقاضہ تھا کہ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً نصف صدی تک باحیات رہیں، آپ خانہ نبوی کے لئے کھلے روشن دان بن کر رہیں، جس سے امت محمدیہ کو اپنے نبی ﷺ کا طرز زندگی صاف صاف نظر آتا رہا، اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے اور امت محمدیہ کی طرف سے ان کو بہترین اور کامل ترین بدلہ عطا فرمائے۔

درود وسلام پڑھیں...

صلی اللہ علیہ وسلم

از قلم:

فضیلۃ الشیخ حسام بن عبد العزیز الجبرین

مترجم:

سیف الرحمن تیمی

binhifzurrahman@gmail.com

موضوع الخطبة : "يا أم خالد هذا سنا"

الخطيب : حسام بن عبد العزيز/ حفظه الله

لغة الترجمة : الأردو

المترجم :سيف الرحمن التيمي(@Ghiras_4T)

موضوع:

اے ام خالد! کیا ہی خوبصورت لباس ہے

پہلا خطبہ:

الحمد لله أحاط بكل شيء خبرًا، وجعل لكل شيء قدرًا، وأسبغ على الخلائق من فضله سترًا، أحمده سبحانه وأشكره وأتوب إليه وأستغفره، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن سيدنا ونبينا محمدًا عبده ورسوله، بعثه إلى الناس كافة عذرًا ونذرًا، صلى الله وسلم وبارك عليه، وعلى آله وصحبه والتابعين ومن تبعهم بإحسان.

حمد وثنا کے بعد!

میں آپ کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کرنے کی وصیت کرتا ہوں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللهَ وَابْتَغُواْ إِلَيهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُواْ فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [المائدة: 35]

ترجمہ: مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

رحمن کے بندو! سیرت نبویہ کے مطالعہ سے ایمان کو تقویت، محاسن اخلاق کو غذا اور دل کو شرح وکشادگی حاصل ہوتی ہے، آج ہماری گفتگو کا موضوع نبی ﷺ کا وہ واقعہ ہے جو ایک بچی کے ساتھ پیش آیا، ہم حدیث روایت کرنے سے قبل ان کی نشو ونما سے متعلق بعض تفصیلات بھی آپ کی خدمت میں پیش کردیتے ہیں، ان کا نام ہے: امۃ بنت خالد بن سعید بن العاص، ان کے والد نے بچپن میں ہی ان کی کنیت "ام خالد" رکھ دی تھی، ان کی ولادت حبشہ میں ہوئی، اور والدین کے ساتھ اجنبی ملک میں اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی زندگی گزارتے ہوئے انہوں نے ہوش سنبھالا۔

امام بخاری نے ام خالد امۃ بنت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جن میں ایک سیاہ شال بھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے خیال کے مطابق یہ شال کسے دی جائے؟" صحابہ کرام خاموش رہے تو آپ نے فرمایا: "ام خالد کو میرے پاس لاؤ"۔ چنانچہ مجھے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا پھر آپ نے مجھے وہ شال اپنے ہاتھ سے پہنائی اور دعا فرمائی: "اسے پرانا اور بوسیدہ کرو"۔یعنی دیر تک جیتی رہو۔ آپ نے دو مرتبہ دعا فرمائی۔ پھر آپ اس شال کے نقش و نگار دیکھنے لگے اور اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا: "اے ام خالد! سناہ" سناہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "کیا ہی خوبصورت" کے ہیں۔

راوی حدیث اسحاق نے کہا: میرے اہل خانہ میں سے ایک عورت نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے ام خالد پر وہ شال دیکھی تھی۔

بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "پھر میں مہر نبوت سے کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹ پلائی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس کو چھوڑ دو"۔ پھر فرمایا: "کرتا پرانا کرو اور اسے پہن کر پھاڑو۔ پھر کرتا پرانا کرو اور پھاڑو۔ پھر کرتا پرانا کرو اور پھاڑو" (یعنی آپ نے درازی عمر کی دعا فرمائی)۔

عبد اللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ: وہ قمیص اتنی دیر تک باقی رہی کہ زبانوں پر اس کا چرچا ہونے لگا۔

ایمانی بھائیو! آیئے ہم ٹھہر کر اس خوشنما منظر پر ذرا غور و فکر کریں!

۱- نبی ﷺ کو اتنا وقت کیسے مل جاتا کہ آپ صحابہ کرام کی نہایت ہی خاص زندگی سے بھی دلچسپی لیتے، یہاں تک کہ ان کے بچوں کو خوش کرنے، ان کے دلوں میں فرحت و مسرت پہنچانے، بچوں کے ساتھ ان کی اس بے پناہ خوشی میں شامل ہونے کی بھی آپ کو فکر دامن گیر رہتی جو ہماری نگاہوں میں ان کی معمولی چیزوں سے انہیں حاصل ہوتی، جبکہ وہی چیزیں ان کی نظر میں بڑی تھیں!

آپ دیکھیں کہ آپ ﷺ ام خالد کو خود سے کپڑا پہناتے ہیں، پھر اس کے نقش و نگار کو دیکھتے ہیں اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے فرماتے ہیں: سنا سنا، جس کے معنی حبشی زبان میں خوبصورت کے ہیں، یہ وہی زبان ہے جس کے ساتھ ام خالد کی نشو و نما ہوئی۔

آپ ﷺ کی زندگی میں فرصت اور فراغت نہیں تھیں اور نہ ہی ذمہ داریوں کی کمی تھی، بلکہ آپ سب سے بڑی ذمہ داری کو ادا کر رہے تھے اور سب سے بھاری امانت آپ کے کندھوں پر ڈالی گئی تھی، لیکن اخلاقِ محمدیہ کی عظمت کے میزان میں ان چیزوں کو بھی اہمیت حاصل تھی، کیوں کہ آپ کو اس لئے مبعوث کیا گیا تاکہ آپ انسانوں کو دنیا و آخرت کی سعادت و فرحت سے بہرہ ور کریں، اور آپ نے اپنی امت کو بھی یہ رہنمائی فرمائی کہ یہ بھی ایک نیکی ہے کہ: "کسی مسلمان کے دل میں خوشی پہنچاؤ" (البانی نے اسے حسن کہا ہے)۔

۲- ایک اچھے کام کو مختلف خوبصورت کاموں کے خوشبودار گلدستہ میں تبدیل کرنے کی نبوی مہارت، جس کا آغاز نبی ﷺ نے اس سوال کے ذریعہ کیا کہ یہ لباس کسے دیا جائے، جس سے اس کی اہمیت اور انتخاب کا پتہ چلتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ لباس، فخر اور اعزاز میں تبدیل ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس بچی کو اپنے پاس بلایا تاکہ وہ اسے آپ کے ہاتھ سے حاصل کرنے کا شرف حاصل کر سکے، اس لئے آپ نے اس کے پاس کپڑا بھیجا نہیں، حالانکہ وہ کمسن تھی! چنانچہ بخاری کی روایت ہے کہ: "میرے پاس ام خالد کو پیش کرو، چنانچہ آپ کی خدمت میں ان کو اٹھا کر لایا گیا"۔

پھر آپ ﷺ نے خود سے ان کو کپڑا پہنایا۔

اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان کی دلجوئی بھی اور ان کی طفلانہ خوشی میں شریک بھی ہوئے۔

پھر آپ نے ان کو دعا دی اور بار بار دعا دی، پھر ان کو اپنے قریب کیا، یہاں تک کہ جب ان کی نظر آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت پر پڑی تو اس سے کھیلنے لگی۔

پھر آپ نے اسے کھیلنے بھی دیا اور جب ان کے والد نے ان کو ڈانٹا تو آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔

یقیناً یہ ایسا نبوی درس ہے جو یہ واضح کرتا ہے کہ خیر و بھلائی کے کام جہاں سخاوتِ نفس سے عبارت ہیں، وہیں وہ ایک فن اور حسنِ ادا بھی ہیں!

کیسے کیسے اخلاق کریمہ اور کیسی نیک پسند طبیعت ان مجالس کو اپنے آغوش میں لئے رہتی تھی! اللہ ہمیں اپنی عزت اور رحمت کے گھر میں ان کے ساتھ جمع کرے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو کتاب و سنت سے فائدہ پہنچائے، اس میں جو ہدایت اور حکمت کی بات ہے، اسے ہمارے لئے مفید بنائے، اللہ سے مغفرت طلب کریں، یقیناً وہ خوب معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى.

حمد وصلاۃ کے بعد:

اس خوش نما منظر کا تیسرا فائدہ یہ ہے:

۳- ممکن تھا کہ نبی ﷺ وہ شال ام خالد کے پاس بھیج دیتے اور کافی ہوتا، لیکن آپ نے یہ عمل خود سے انجام دیا اور پوری تفصیل کے ساتھ انجام دیا، تاکہ لوگوں کو خوشی پہنچانا نبی ﷺ کی سنت قرار پائے، جس کی پیروی کی جائے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والوں اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں کے لئے یہ سنت خوبصورت نمونہ بن کر قائم ودائم رہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو سیرت نبوی ﷺ میں اس خوبصورت منظر کے بیش بہا نمونے مل جائیں گے، جو اس عمدہ خصلت پر زور ڈالتے اور اس منظر کے معانی (ہمارے سامنے) بار بار دہراتے ہیں۔

۴- بچوں کے ساتھ پیش آنے کا جو عمدہ نبوی طریقہ ہے، اس کے کئی مناظر ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

أ- شرح صدر کے ساتھ استقبال کرنا، اپنائیت کا اظہار اور دلجوئی کرنا۔

ب- قریب ہونا اور بچی کے ساتھ محبت وہمدردی کا مظاہرہ کرنا، بایں طور کہ وہ آپ سے اتنی قریب ہوئی کہ ان کا ننھا سا ہاتھ مہر نبوت سے کھیلنے لگا۔

ح- نرمی ومہربانی کا التزام، سختی اور ڈانٹ ڈپٹ سے اجتناب۔

پانچواں فائدہ: بچوں کی اسی طرح عزت افزائی کی جائے جس طرح ان کے والد کی جائے، ان کے والد کے جذبات کیا رہے ہوں گے جب وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی صاحبزادی کو شال پہنا رہے ہیں، ان کے ساتھ دلجوئی کر رہے ہیں، ان کو دعائیں دے رہے ہیں اور ان کو ڈانٹ پلانے سے منع کر رہے ہیں...!

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ: (اس حدیث سے) نبی ﷺ کا ایک معجزہ بھی ظاہر ہوتا ہے، وہ یہ کہ آپ کی دعا: "کرتا پرانا کرو اور اسے پہن کر پھاڑو۔ پھر کرتا پرانا کرو اور پھاڑو۔ پھر کرتا پرانا کرو اور پھاڑو"۔ یعنی آپ نے درازی عمر کی دعا فرمائی، تو اس کا اثر بھی ظاہر ہوا، چنانچہ ام خالد رضی اللہ عنہا سب سے اخیر میں وفات پانے والی صحابیہ ہیں۔

آخری فائدہ یہ کہ: احسان فراموش نہیں کیا جا سکتا، انہیں اپنے بچپن میں یہ خوشی کا لمحہ حاصل ہوا (کہ نبی ﷺ نے ان کو شال پہنایا)، لیکن یہ واقعہ ان کی یادداشت میں نقش اور ان کے شعور میں پیوست ہو گیا، جسے وہ لوگوں کے

پاس بیان کیا کرتی تھی، بلکہ وہ لباس بھی ان کے پاس محفوظ رہا اور اس کا رنگ پھیکا پڑنے کے بعد بھی وہ اس کی حفاظت کرتی رہی۔

صلى الإله على الحبيب بفضله

وحباه قدرا في الأنام عظيما

يا أيها الراجون منه شفاعة

صلوا عليه وسلموا تسليما

اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے حبیب (مصطفی ﷺ) پر درود نازل فرمائے۔

ان کو تمام انسانوں میں عظیم مقام ومرتبہ سے سرفراز فرمائے۔

اے وہ لوگو! جن کو آپ ﷺ سے شفاعت کی امید ہے

آپ پر درود وسلام بھیجتے رہو۔

از قلم:

فضیلۃ الشیخ حسام بن عبد العزیز الجبرین

مترجم:

سیف الرحمن تیمی

binhifzurrahman@gmail.com